تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْحَلِیْمُ

(تقریر نمبر13)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرہ:236)

کہ جان لو کہ اللہ اس کا علم رکھتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ پس اُس (کی پکڑ) سے بچو اور جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا (اور) بُردبار ہے۔

اے سونے والو! جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

(درثمین)

معزز سامعین! آج میری تقریر کا موضوع اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام "**اَلْحَلِیْمُ**" ہے۔ عربی میں "الحِلم" (حا کے کسرہ کے ساتھ) کے معنی "الاناۃ" یعنی بردباری، ٹھہراؤ اور جلدی نہ کرنے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ بندوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود انہیں فوراً سزا نہیں دیتا، بلکہ توبہ اور اصلاح کے لیے مہلت دیتا ہے اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ ابن فارس کے مطابق اس مادے کا بنیادی مفہوم غصے اور بے صبری کے برعکس بردباری اور جلد بازی سے بچنا ہے۔ امام طبری کے مطابق "**اَلْحَلِیْمُ**" وہ ذات ہے جو بہت بردبار ہے اور بندوں کو ان کے گناہوں پر فوراً سزا دینے میں جلدی نہیں کرتی۔ امام ابن قیم کے بیان کے مطابق یہ نام اللہ کے مجرموں اور گناہ گاروں سے درگزر اور ان پر فوراً سزا نہ دینے سے لیا گیا ہے۔ ابن کثیر کے مطابق "**اَلْحَلِیْمُ**" وہ ہے جو اپنے بندوں کو کفر اور نافرمانی کرتے دیکھتا ہے، پھر بھی بردباری کرتا ہے، توبہ کی مہلت دیتا ہے اور پردہ پوشی فرماتا ہے۔ حِلْم کا لفظ مخلوق کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں **حلیم** کا لفظ 12 دفعہ اور **حلیما** کا لفظ تین بار استعمال فرمایا ہے۔ جن میں سے چار مرتبہ انسان کے لئے مستعمل ہے اور باقی گیارہ دفعہ اللہ کی پاک ذات کے لئے استعمال ہوا ہے۔ انسان کے لئے ایک دفعہ حضرت شعیب، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دو بار **حَلِیْمٌ** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جبکہ آپ کو **حلیم** بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا گیا: فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (الصافات:102) یعنی ہم نے اسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بہت سی لغزشوں کے باوجود اُن پر ظاہری اور باطنی نعمتیں جاری رکھتا ہے اور فوراً پکڑنے کی بجائے انہیں توبہ کی طرف بلاتا ہے اور اُن سے درگزر بھی کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام **حَلِیْمٌ** کے معنی میں فرماتے ہیں۔

"**حَلِیْم** وہ ہے جو یَبْلُغُ الْحُلُمَ کا مصداق ہو اور جو حِلْم کے زمانہ تک پہنچے۔ وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے کیونکہ خوردسال کے کچے اَعضاء شدّت اور صلابت کے ساتھ بدل جاتے ہیں... اور بالغ عاقل کے لئے بھی یہ لفظ آیا ہے"

(الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 193)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ **حلیم** کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"**حلیم** حِلْم سے ہے اور اِس کے معنی صبر کرنے والے کے بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح اُس کے معنی بردبار کے بھی ہیں۔ یعنی جس مَیں طیش نہ ہو۔ یونہی جوش میں آکر اندھا دُھند کام نہ کرتا ہو۔ حِلْم جہالت اور بیوقوفی کے مخالف معنی بھی دیتا ہے اور علم اور سمجھ کے بھی۔ نیز اس کے معنی عقل کے بھی ہیں۔ (اقرب)"

(فُٹ نوٹ البقرہ آیت 226)

پھر آپؓ **حَلِیْمٌ** کے معنوں میں وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"**حَلِیْمٌ**: حَلُمَ (یَحْلُمُ حِلْمًا) سے صفتِ مشبّہ ہے اور حَلُمَ کے معنی ہیں۔ صَفَحَ وسَتَرَ درگزر کیا اور پردہ پوشی کی۔ (اقرب) پس **حَلِیْمٌ** کے معنی ہوں گے۔ درگزر کرنے والا اور پردہ پوشی کرنے والا۔"

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 343)

سامعین! حضرت رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ اپنے خلاف تکلیف دہ بات سن کر اس پر صبر کرنے والا اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ جو لوگ ایک انسان کو اس کا بیٹا قرار دیتے ہیں، وہ ان کو بھی معاف کرتا اور رزق بہم پہنچاتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب 71)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:

"دھیما پن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی عذر پر نظر کرنے والا نہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش بہانے ڈھونڈتی ہے) اور کوئی بھی چیز حلم سے زیادہ اللہ کو پیاری نہیں۔"

(مجمع الزوائد لھیثمی جلد 8 صفحہ 43)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (البقرہ:264)

یعنی اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے ایسے صدقہ سے کہ کوئی آزار اُس کے پیچھے آرہا ہو۔ اور اللہ بے نیاز (اور) بُردبار ہے۔

اگر ہم سے کوئی مدد مانگتا ہے چاہے وہ مالی مدد ہو تو بجائے اس کے کہ سائل کو دھتکارا جائے یا اُس کی مدد کر کے پھر اُس پر احسان جتایا جائے اُس کو نرمی اور تحمّل سے منع کر دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات اپنے بندوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت میں وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ میں اس طرف اشارہ کیا کہ اگر روپیہ دے کر تم مَنّ اور اَذیٰ کے بغیر نہیں رہ سکتے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اسے تمہارے روپے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو کھڑا کر دے گا جو تم سے بہتر خدمت دین کرنے والے ہوں گے اور **حلیم** میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ گو وہ تمہاری خدمتوں سے بے نیاز ہے مگر اس کے حِلْم نے تقاضا کیا کہ وہ تم پر رحم کرے اور تمہیں ہلاکت سے بچائے چنانچہ اس نے ان احکام کے ذریعے تمہاری جنت کو تمہارے قریب کر دیا ہے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم چاہو تو اس کی صفت غنا کے ماتحت آجاؤ اور چاہو تو اس کی صفت حلیم سے فائدہ اٹھاؤ اور ہر قسم کی نیکیاں محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو۔ کوئی دنیوی منفعت اپنے سامنے نہ رکھو۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 608)

اللہ تعالیٰ پوری قدرت، عظمت اور اختیار رکھنے کے باوجود حلم کی صفت سے متّصف ہے۔ اپنے بندوں کے گناہوں پر سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ پلٹ آئیں اور اپنی اصلاح کر سکیں۔ صبر، حلم اور حکمت کے ساتھ معاملات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والے کی سزا روک دیتا ہے لیکن جو نیکی کرتا ہے اس کو اس کا اجر جلدی دے دیتا ہے یعنی نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی اجر عطا کرے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم میں سے جب کوئی شخص غلطی کرے تو مناسب موقع پر درگزر کرنا اس کی اصلاح کی کوشش کرنا اور انتقام کی خواہش کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ یہ ایک اچھے مسلمان کی خوبی ہے۔ غصّے کی حالت میں فوراً فیصلہ کرنے یا سخت الفاظ بولنے کے بجائے تحمّل سے کام لینا چاہیے۔ بردباری انسان کے اخلاق کو بہتر بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بردباری سے بندے کو یہ امید ملتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اپنی زندگی درست کر سکتا ہے۔ اس امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا بھی ضروری ہے۔ طبیعت کا حلم ہونا یا معاف کرنا ہمیشہ ظلم برداشت کرتے رہنے کا نام نہیں۔ انسان حکمت کے ساتھ اپنا حق لے سکتا ہے، ظلم روک سکتا ہے اور ضرورت کے مطابق انصاف حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فوری طور پر سزا نہیں دیتا اُس نے انسان کی زندگی میں توبہ اور معافی کا پہلو رکھا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی انسان غلطی یا گناہ سے پاک نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کے گناہ کی سزا فوری طور پر دینے لگ جائے تو اِس دنیا میں کسی بھی انسان کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کا وقت اس لیے ہی مقرر کیا ہے بعض حالات میں وہ انسان کو دنیا میں ہی جزا یا اُس کے کسی گناہ کی سزا بھی دے دیتا ہے اور اگر کوئی اُس کے آگے توبہ کر لے تو اُس کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور حلیم بھی ہے ہمارے کسی عمل کی وجہ سے ہمارا مؤاخذہ ہو جائے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ کے فوری طور پر کسی جرم میں نہ پکڑنے کی بڑی حکمت ہے۔ جس طرح نیک لوگوں میں سے بد پیدا ہو جاتے ہیں یا ہو سکتے ہیں اِسی طرح بدوں میں سے نیک بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس صفت **حلیم** کو خوب سمجھا ہے تبھی تو طائف کے سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بدقماش قوم کو ختم کرنے کے لئے کہنے پر آپؐ نے اس حلیم کا پرتو بنتے ہوئے عرض کی کہ اے اللہ! مَیں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل میں سے تیری عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے اور تجھ سے دعا بھی کرتا ہوں اور تُو میری اس دعا کو قبول کر اور پھر اس قوم میں سے دنیا نے دیکھا کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے پیدا ہوئے۔ وہ جو آپؐ کی جان لینا چاہتے تھے، ان کی زندگی کا مقصد ہی یہ تھا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لیں۔ وہی آپؐ پر اپنی جانیں نثار کرنے والے بن گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ڈھیل میں بڑی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مَیں ان کا حساب نہیں لوں گا بلکہ مؤاخذہ میں ڈھیل ہے اور فرمایا جب مؤاخذہ کا وقت آئے گا تو پھر اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مارچ 2008ء)

سامعین! ہمارے لیے لازم ہے کہ ہماری کسی حرکت سے اللہ کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں جن کاموں سے روکنے کا حکم دیتا ہے اُن سے رکنا ضروری ہے۔ صرف ظاہری عمل ہی نہیں بلکہ ہمارے دل میں بھی کسی غلط کام کا خیال نہیں آنا چاہیے یہ بات بھی اللہ کی پکڑ میں لا سکتی ہے۔ بعض دفعہ بے شک دل کے خیالات پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا لیکن اگر وہ دل میں کسی بُرے عمل کا پختہ ارادہ کر لے اور یہ سوچتا رہے کہ وہ یہ کام ضرور کرے گا تو یہ بھی اُس کے گناہ میں شامل ہو گا اور پھر ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا **حلیم** ہونا کام نہ آئے۔

پس یہ ہمارا خدا ہے، جو غفور بھی ہے اور **حلیم** بھی ہے۔ پس خدا کی اس صفت **حلیم** کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے جو فوری طور پر نہیں پکڑتا بلکہ موقع دیتا ہے کہ انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرے۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا فہم و ادراک عطا ہوا اور آپؐ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کے پرتو بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک نشانی الٰہی نوشتوں میں یہ تھی کہ اس نبی کا حلم ہر جاہل کی جہالت پر غالب آجائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا قرض ادا کرنا تھا۔ وہ آپؐ کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آیا۔ اس پر صحابہؓ سے مارنے کے لئے لپکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرض لینے والا بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس شخص کے لئے اس عمر کا جانور اسے خرید کر دے دو جس عمر کا اس نے وصول کرنا ہے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اس کے جانور سے بڑی عمر کا جانور موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم وہ خرید کر اسے دے دو کیونکہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو عمدگی سے قرض ادا کرتا ہے۔ (اور کوئی سختی نہیں کرنی)۔

(مسلم کتاب المساقاۃ باب من استسلف شیئا فقضی خیرا منہ۔ حدیث نمبر 4001)

پھر غیروں کی زیادتیوں کے باوجود آپؐ کس طرح اُن سے حسن سلوک کرتے تھے۔ حلم کی آپؐ نے کیا مثال قائم کی۔ جب آپؐ فتحیاب جرنیل ہوئے تو ایک نئی شان سے یہ واقعات نظر آتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے قریش کے گروہ! تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی امید رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: خیر کی۔ آپ ہمارے معزّز بھائی ہیں اور ایک معزّز بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ کہ جاؤ تم آزاد ہو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ صفحہ 744 دخول الرسولؐ الحرم مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت۔ طبع اول)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غم اور پریشانی میں اپنے ربّ سے اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو سب سے عظیم ہے، سب سے زیادہ حلم والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو آسمانوں کا مالک، زمینوں کا مالک اور عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار/ حدیث: 6921)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد یہ بیان فرمایا:

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا مَیں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143)

حضور علیہ السلام نے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ حلم اور صبر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو اگر تم ان صفاتِ حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 99 جدید ایڈیشن)

ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلم کے کئی واقعات ہیں۔ آپؑ اپنے خادموں کے ساتھ کس طرح حلم اور برداشت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ حافظ حامد علی مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک خادم تھے۔ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے لکھا ہے کہ "وہ حضرت اقدس کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ نے آخر عمر میں انہیں پنشن دے دی تھی اور وہ قادیان میں رہنے کے لئے ایک مختصر سی دکان کرتے تھے..... حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق اور برتاؤ کا جو حضور حافظ صاحب سے کرتے تھے ان پر ایسا اثر تھا کہ وہ بارہا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے "مَیں نے تو ایسا انسان کبھی دیکھا ہی نہیں"۔ بلکہ زندگی بھر حضرت کے بعد کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا۔

حافظ صاحب کہتے تھے کہ "مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ مَیں بڑا ہی سست تھا اور اکثر آپؑ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا"۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 349)

پھر مخالفین کے ساتھ آپؑ کا حلم کیا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"محبوب رایوں والے مکان کا واقعہ ہے۔ ایک جلسہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ ایک برہمو لیڈر (غالباً انباش موزمدار بابو تھے) حضرت سے کچھ استفسار کر رہے تھے اور حضرت جواب دیتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بدزبان مخالف آیا اور اس نے حضرت کے بالمقابل نہایت دلآزار اور گندے حملے آپؑ پر کئے۔ وہ نظارہ میرے اس وقت بھی سامنے ہے۔ آپؑ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے جیسا کہ اکثر آپؑ کا معمول تھا کہ پگڑی کے شملہ کا ایک حصہ منہ پر رکھ کر یا بعض اوقات صرف ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے اور وہ شورِ پشت بکتا رہا۔ آپ اس طرح پر مست اور مگن بیٹھے تھے کہ گویا کچھ ہو نہیں رہا۔ کوئی نہایت شیریں مقال گفتگو کر رہا ہے۔ برہمو لیڈر نے اسے

منع کرنا چاہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان کو فرمایا کہ آپؑ اسے کچھ نہ کہیں، کہنے دیجئے۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متاثر ہوا اور اُس نے کہا کہ یہ آپؑ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے۔ اس وقت حضور اسے چپ کرا سکتے تھے۔ اپنے مکان سے نکال سکتے تھے اور بکواس کرنے پر آپؑ کے ایک ادنیٰ اشارے سے اس کی زبان کاٹی جا سکتی تھی۔ مگر آپؑ نے اپنے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 443-444)

حضرت مسیح موعودؑ مامورین اور روئے زمین پر اپنے قائمقام برگزیدہ وجودوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خدا کے نبیوں کی زندگی سادہ ہوتی ہے... اُن کی فطرت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت سے ہزار کوس دُور بھاگتے ہیں اور گمنام رہنا چاہتے ہیں مگر وہ خدا جو اُن کے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُن کو اس کام کے لئے لائق سمجھتا ہے کہ وہ اپنے گوشوں اور حجروں سے باہر نکلیں اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ کی دعوت کریں وہ جبراً اُن کو خلوت سے جلوت کی طرف لے آتا ہے اور زمین پر اپنے قائم مقام بنا کر اُن کے ذریعہ سے دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتا ہے اور اُن کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے اور دُنیا پر اُن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اُن کی تائید میں وہ قدرت کے نمونے ظاہر کرتا ہے کہ آخر ہر ایک عقلمند کو ماننا پڑتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور چونکہ وہ زمین پر خدا کے قائم مقام ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک مناسب وقت پر خدا کی صفات اُن سے ظاہر ہوتی ہیں اور کوئی امر اُن سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی صفات کے برخلاف ہو بیشک یہ سچ بات ہے کہ جیسا کہ خدا حلیم و کریم ہے ایسا ہی حلم و کرم اُن سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 296)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ کی ایک صفت **حلیم** ہے جس کے معنی (اگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے استعمال کی جائے تو) یہ ہیں کہ رحم کرنے والی ہستی، معاف کرنے والا، درگزر کرنے والا یعنی نافرمانی کی صورت میں نافرمانوں پر فوری طور پر غضب نازل نہیں کرتا۔ نافرمانی اسے بے چین نہیں کرتی۔ پھر پردہ پوشی کرنے والا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کئی صفات کے معنی آ گئے ہیں۔ رحیم بھی ہے۔ غفور بھی ہے۔ ستّار بھی ہے لیکن جب انسان اصرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو توڑنا شروع کر دیتا ہے تو پھر اگر وہ چاہے تو اس کی وہ صفات کام کرنا شروع کر دیتی ہیں جن میں پکڑ اور سزا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم پکڑ میں جلدی نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ پکڑ میں جلدی کرنے لگ جائے تو انسان جو گناہوں کا پُتلا ہے، ہر گناہ اور جرم پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ کر سزا پانے والا بن جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مَیں بڑے گناہ کرنے والوں کو بھی ڈھیل دیتا ہوں حتیٰ کہ کفار اور انبیاء کو جو لوگ دکھ اور تکلیف دینے والے ہیں ان کو بھی چھوٹ دیتا ہوں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (النحل:62) اور اگر اللہ انسانوں کا ان کے ظلم کی بنا پر مؤاخذہ کرتا تو اس زمین پر کوئی جاندار باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک طے شدہ میعاد تک مہلت دیتا ہے۔ پس جب ان کی میعاد آ پہنچے تو نہ وہ اس سے ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ تو یہ ہے جواب ان لوگوں کو جو خدا کو نہ ماننے والے ہیں، جو انبیاء سے استہزاء کا سلوک کرنے والے ہیں، جن کو دنیا کی چکاچوند نے بالکل اندھا کر دیا ہوا ہے کہ اللہ غلط کام کرنے والوں کو اور اپنے پیاروں کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کو ضرور پکڑتا ہے۔ اس لئے یہ نہ سمجھو کہ تمہیں اگر کبھی اللہ تعالیٰ نے نہیں پکڑا یا ابھی تک اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہیں آئی تو نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کے نبی غلط ہیں یا خدا تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مارچ 2008ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)